چہ داند بوزنہ لذات ادرک

حافظ جلال الدین القاسمی

ڈاکٹر اشفاق انجم کی حالیہ تالیف ''پس نوشت'' جب زیور طبع سے آراستہ ہو کر منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئی جو اپنے جلو میں جدت وتنوع کی بہت سی خوبیاں لئے ہوئے تھی تو ادباء، شعراء، علماء وفضلاء نے اس علمی کاوش کو بے حد سراہا اور اس کتاب کو ایک محققانہ، منفرد، دلچسپ اور معرکۃ الآراء کتاب قرار دیا اور علمی وادبی حلقوں میں اس کی خوب پذیرائی ہوئی مگر کچھ گدا طبع شعراء وادباء جن کے اذہان کے دروازوں پر عنا کب ظلمتِ تعصب وخود پرستی نے جالے تن دئے ہیں اور جن کے قلوب میں ایحاءات شیطانیہ کی شرارتوں نے ڈیرے جما رکھے ہیں اور ایسے لوگ جن کی بساط طینت بے حد ناہموار ہے اور جن کے سروں میں انانیت کی بادسموم سمائی ہوئی ہے۔ اپنی خجالت نارسائی وشکستگی کی بناء پر کتاب کے مصنف کو مورد طعن وتشنیع بنایا اور کتاب کے مقرظ کی تقریظ کی ایک ترکیب جس کی کنہ تک ان کا ذہن ناقص نہ پہنچ سکا۔ پر ایک سوالیہ نشان چسپاں کر دیا۔ معترض کے مبلغ علم کا حال یہ ہے کہ وہ اپنی ایک کتاب میں لکھتا ہے کہ قافیہ قف سے مشتق ہے۔ جبکہ یہ بالبداہت باطل ہے کیونکہ قافیہ ''قفا'' ''یقفو'' "نصر ینصر" سے مشتق ہے اور ''قف'' وقف یقفُ (ضربَ یضرِب) سے فعل امر ہے جسکا مطلب ہے ''ٹھہر تو'' اور امر کبھی مشتق منہ نہیں بنتا جو بین ثبوت ہے کہ یہ شخص لسانیات کے بحر بیکراں کا شناور نہیں ہے، کاش اس کے پیش نظر بیدل کا یہ شعر ہوتا

ہر جلوہ کہ در پیش ست گردش بقفا دریاب
فردائی ایں عالم بے دینہ نمی باشد (بیدلؔ)

تو ایسے شخص کو تقریظ کی ایک ترکیب ''تقنین متفرنجانہ'' کا تلفظ اور مطلب نہ سمجھ میں آئے تو جائے تعجب کیا ہے؟ جس ترکیب کے بطون واعماق میں اترنے کی راہ میں معترض کی علمی وادبی فرومائگی مزاحم ہوئی۔ اس کی شرح مندرجہ ذیل ہے۔

''تقنین'' باب ''تفعیل'' کا مصدر ہے

منظم کی تنظیم
مقنن کی تقنین (قانون سازی)
مقرر کی تقریر
متفرنج کا تفرنج

''متفرنجانہ''

اسم فاعل کے آخر میں ''انہ'' بڑھا کر بنایا جانے والا لفظ ہے۔

عادل سے عادلانہ
حاسد سے حاسدانہ
آمر سے آمرانہ
عالم سے عالمانہ
متفرنج سے متفرنجانہ
منتقم سے منتقمانہ

''متفرنجانہ'' کی صرفی وضاحت

تفرنج یتفرنج تفرنجا فھو متفرنج
الامر منہ تفرنج والنھی عنہ لاتفرنج

مذکورہ بالا تصریف سے معلوم ہوا کہ ''متفرنج'' باب ''تفعلل'' کا اسم فاعل ہے۔

''تفرنج'' کا مطلب ہے انگریزوں کا طریقہ اختیار کرنا
''متفرنج'' کا مطلب ہے انگریزوں کا طریقہ اختیار کرنے والا
''متفرنجانہ'' کا مطلب ہے انگریزوں کے طریقے پر مبنی
''تقنین متفرنجانہ'' کا مطلب ہوا ہے افرنگیانہ اصول وضابطہ

معترض درحقیقت عربی زبان سے یکسر نابلد ہے۔ فارسی زبان کی معمولی شد بد رکھتا ہے۔ سنسکرت زبان سے بھی یکسر نابلد ہے۔ ہندی اور انگریزی زبان پر بھی اس کی کوئی خاص نظر نہیں ہے۔ سنا ہے کہ ایک محفل میں معترض نے ''مترادف'' کو جو باب ''تفاعل'' کا اسم فاعل ہے۔ بکسر الدال پڑھنے کی بجائے بضم الدال پڑھا تو ایک قاسمی عالم نے ٹوک کر اس کی اصلاح کی اس قماش کے معترض کے بارے میں غالب کے اس شعر کے ساتھ افسوس ظاہر کیا جا سکتا ہے۔

غالبؔ سوختہ جاں را چہ بگفتار آری
بد یارے کہ ندا نند نظیری را قتیل (غالبؔ)

پس نوشت کے مقدمے پر سلیم شہزاد کی ہفوات کا محاسبہ

حافظ جلال الدین القاسمی

ڈاکٹر اشفاق انجم کی کتاب "پس نوشت" پر سلیم شہزاد کی ایک تحریر باصرہ نواز ہوئی۔ ایک جگہ یہ جملہ ہے چند معروضات پیش ہیں۔ جبکہ معروضات معروضة کی جمع ہے۔ جسکا مطلب ہے - پیش کیا ہوا۔ تو جملے کا مطلب ایسے ہوا جیسے آبِ زمزم کا پانی، سنگِ مرمر کا پتھر۔

متخلص یہ: سلیم شہزاد صاحب: آپ نے یہ ترکیب صرف سنی ہے۔ لفظ متخلص کیسے بنا آپ کو اس کا علم نہیں۔ اس ترکیب کو کہیں پڑھ کر یا سُن کر لکھ مارا ہے۔

فضائے تنقید پر جلوہ گر ہونا: فضا پر جلوہ گری کیسے ہوگی؟

ممدوح بنا کر بتایا گیا ہے: یہ کونسی اردو ہے؟

منصہ: یہ لفظ بھی آپ نے سُن کر استعمال کیا ہے۔ اس کی حقیقت سے آپ بالکل ناواقف ہیں۔

حضرت میمنت: یہ کونسی ترکیب ہے؟ لفظ میمنت کی حقیقت کیا ہے؟ اس لفظ کو بعض مخصوص تراکیب میں استعمال کیا جاتا ہے مثلاً "قدوم میمنت لزوم"

ایم اے میسور یونیورسٹی پر آپ کی نظر گئی مگر آپ نے القاسمی نہیں دیکھا جو ازہرِ ہند دار العلوم دیوبند کے فاضل کا ٹائٹل ہے اور حافظ بھی نہیں دیکھا جو قرآنِ حکیم کو ضبط فی الصدر کرنے والے کا ٹائٹل ہے۔

لاترسیلی کے المیے کا شکار: جبکہ یوں کہنا چاہیے "لاترسیلی المیے کا شکار"

علمِ عروض کی منت پذیریوں سے یکسر دامن کشاں رہ کر عمدہ شعر کہنے کا دعوی بے دلیل ہے: اس جملے پر تبصرہ احمقانہ ہے کیونکہ آپکو جملے میں لفظ "یکسر" نظر نہیں آیا۔ کاش آپ ڈاکٹر یوسف حسین خان کی کتاب "غالب اور آہنگِ غالب" پڑھ لیتے جسکے دیباچے میں لکھتے ہیں -- "شعر کی تعریف اس کی ظاہری ہیئت اور موضوع سے مکمل نہیں ہوتی۔ اس کی ہیئت ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ایک خاص عروضی قاعدے کے چوکھٹے کے اندر ہو لیکن یہ اس لئے ضروری نہیں کہ شاعر اس سے خارجی حقیقت کا تعین کرتا ہے بلکہ اس واسطے ضروری ہے کہ وہ خود ایک روحانی اصول کی حیثیت رکھتی ہے، جسے شعر سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔"

خان صاحب کے اس بیان کے تناظر میں سلیم شہزاد کا اعتراض ایک اضحوکہ ٹھہرتا ہے۔

آپ نے لفظ نہج کے بارے میں ارشاد کیا ہیکہ وہ مونث ہے، تو یہ بات کسے تسلیم نہیں ہے۔ آپ کو جب جملہ سمجھنے کی تمیز نہیں ہے تو اعتراض کیوں کرتے ہیں۔ جملہ یوں ہے "ہر شاعر کا شعر اور ہر فنکار کا فن تنقید کی ایک خاص نہج کا طالب ہوتا ہے۔" بتایئے اس جملے میں لفظ نہج کے بعد جو "کا" ہے اس کا تعلق نہج سے ہے یا فن سے؟ ظاہر ہے کہ اس کا تعلق فن سے ہے اور فن مذکر ہے، تو اس مقام پر نہج کے مذکر اور مونث ہونے کی بات کہاں سے آگئی؟

آپ کا یہ جملہ ترفع سے مرفوع کیا جائے چوں چوں کے مربے سے کم نہیں۔ ہم نے یہ پڑھا ہے فاعل کو مرفوع کیا جائے یعنی فاعل کو پیش دیا جائے۔

آپکی ایک کتاب کا نام "دُعا پر مُنتَشَر" ہے۔ آپ نے اس کو مُنتظَر کے وزن پر سمجھ لیا جو علامہ اقبال کے ایک شعر میں حقیقت کی صفت ہے جبکہ انتشار فعلِ لازم ہے اس کا مفعول نہیں آتا اور بفتحِ شین مفعول کی علامت ہے۔ اور قرآن نے بھی بکسرِ شین استعمال کیا ہے جیسے "جرادٌ منتشِر"۔ منتشَر بفتحِ شین غلط ہے۔ پر منتشر کا مطلب ہے پر پھیلا ہوا نہ کہ پر پھیلایا ہوا!

"استبدادیت" میں "یت" کے لاحقے سے کونسا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔

جدیدیت، مابعد جدیدیت، ساختیات، پسِ ساختیات اصطلاحوں سے واقفیت ایک پرائمری ٹیچر کو ہوسکتی ہے تو ازہرِ ہند کے ایک فاضل کو کیوں نہیں ہوسکتی؟ میں کہتا ہوں کوئی شخص کم از کم گوپی چند نارنگ کی کتاب "ساختیات، پسِ ساختیات اور مشرقی شعریات" ہی پڑھ لے تو اِن اصطلاحوں سے بخوبی واقف ہو جائیگا۔ لیکن اُس کتاب میں ایک باب ہے "سنسکرت شعریات اور ساختیاتی فکر" اس باب کو آپ نہیں سمجھ سکتے کیونکہ آپ کو سنسکرت زبان کی ابجد سے بھی واقفیت نہیں، لیکن الحمد للہ دُنیا کی اس مشکل ترین زبان کے گرامر اور ادب پر میری اچھی نظر ہے۔ پاڑنی کے ۳۰۰۰ سُوتروں کو میں نے پڑھا ہے اور اہم سوتر نوکِ زبان ہیں۔ آپکو کیا معلوم کہ پاڑنی، کاتیاین اور پتنجلی کون ہیں۔

محکمی کی مقدار کس درجہ ہے۔ یہ جملہ بالکل صحیح ہے۔ کاش آپ نے بیدل کا یہ شعر پڑھا ہوتا!

دل بذوقِ وعدہ فرداست مغرورِ امل
عشق گوید چشم واکن فُرصت ایں مقدار نیست

ہرادیب ومتادب: سہوِ کتابت سے ت کو ق بنادیا گیا

منہاجِ قلم کی بوقلمونی: منہاج کا مطلب ہے راستہ، طریقہ اور بوقلموں نام ہے دیبائے رومی کا جو ہر لحظہ نیا رنگ دکھاتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اشفاق انجم کی قلم ایسا طریقہ اختیار کرتی ہے کہ ہر لحظہ نیا رنگ دکھاتی ہے۔ تو بتایئے کہ معنی کے اعتبار سے اس میں کیا خرابی ہے؟!!!

سلیم شہزاد صاحب: آپکی نو صفحات کی تحریر میں صرف ریت ہی ریت ہے، سیمینٹ کا دور دور تک کہیں پتہ نہیں۔

اس طرح کی بے ڈھنگی تحریر زندگی میں پہلی بار پڑھی۔ پڑھ کر طبیعت بالکل مُنغص اور مُکدر ہوگئی۔ **یا سلام!**

ڈی کنسٹرکشن

حافظ جلال الدین القاسمی

رشتوں کا مجموعہ (set of relations) ساخت کہلاتا ہے۔کوئی شئے فی نفسہ اپنی کوئی پہچان نہیں رکھتی بلکہ ساخت کی وجہ سے اسکی پہچان ہوتی ہے۔اسکی مثال ٹریف سگنل ہے جس میں تین رنگ ہوتے ہیں سرخ، زرد اور سبز۔ سرخ سے رُکیے، زرد سے تیار ہوجایئے، اور ہرے سے جایئے سمجھا جاتا ہے۔غور کیجئے سرخ ،رکئے، زرد، تیار ہوجایئے اور سبز، جایئے میں کوئی لازمی رشتہ نہیں۔یہ معنی اس رشتے سے پیدا ہوئے ہیں جو یہ رنگ ٹریف سگنل میں باہم رکھے گئے ہیں، اس رشتے کے نظم کی تجریدی فارم "ساخت" ہے۔

ساختیات نے ادبی تنقید میں آکر سب سے پہلے new criticism (نئی تنقید) کو بے دخل کر دیا۔پس ساختیات میں سارے تصورات ساختیات ہی کے ہیں سوائے ایک بنیادی نکتے کے کہ ساختیات میں معنی کی جو وحدت تھی پس ساختیات میں وحدت کا یہ ٹانکا کھول دیا گیا۔مابعد جدیدیت کی بنیاد جس ادبی فکر پر ہے وہ ساختیات اور پس ساختیات سے ہوتی ہوئی آئی ہے۔اِس مقام پر یہ بھی ذہن نشین رکھا جائے کہ جو ترقی پسندی نہیں تھی وہ جدیدیت تھی، ایک میں زور، انقلاب کے رومانی تصور پر تھا دوسرے میں ساری توجہ شکستِ ذات پر تھی اور مابعد جدیدیت نہ ترقی پسندی کی ضد ہے نہ جدیدیت کی، بلکہ پہلے سے چلے آرہے نظریوں کی ادعائیت کو رد کرنے والا رویہ ہے۔

سوئیسر ایک سوئس ماہرِ لسانیات تھا اسکے خیالات آگے چل کر ساختیات اور پسِ ساختیات کی بنیاد ثابت ہوئے۔سوئسر کے ایک قول نے پس ساختیات کو پیدا کیا اور یہی ژاک دریدا کی رد تشکیل (deconstruction) کی بھی بنیاد ثابت ہوا۔رد تشکیل، پسِ ساختیات کی انتہائی شکل ہے۔رد تشکیل ایک فرانسیسی فلسفہ ہے مگر اُسے شہرت امریکہ میں حاصل ہوئی۔ژاک دریدا نے اسی فلسفے کی مرکزی طاقت سوئسر سے اخذ کی جس سے وہ مدلل اختلاف بھی رکھتا تھا۔طالب علمی کے زمانے میں ہم نے جس چیز کو سادہ انداز میں "تسلسل" پڑھا تھا اُسے ژاک دریدا ردتشکیل بالالفاظ دیگر تعلیق بین الافتراق والالتواء سے تعبیر کرتا ہے،یعنی روایت جتنے معانی مُتعین کر دے معانی صرف اتنے ہی نہیں ہیں۔بار براجانسن کی زبان میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ عورت ردتشکیل ہے کہ عورت ہمیشہ دوہری زبان بولتی ہے اُسکا ردعمل بھی دوہرے پن کا شکار ہوتا ہے۔رد تشکیل معنی کی ایک لذت پر اکتفا نہیں کرتی بلکہ ہر لذت کی راہ کھُلی رکھتی ہے۔ اور یوں بھی کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ معنی کی ھل من مزید یۃ کا نام ردتشکیل ہے۔سلیم شہزاد نے مرقات، قطبی، سلم العلوم، ملاحسن، ملامبین، حمداللہ وغیرہ منطق کی کتابوں کا منہ دیکھا ہوتا تو ہم پر ڈی کنسٹرکشن کی اصطلاح کا رعب جھاڑنے کی جسارت نہ کرتے۔

ردتشکیل سلیم شہزاد کے خلاف حجت ہے کیونکہ ردتشکیل ہر ادعائیت کے خلاف ہے جیسے اُنکا یہ قول کہ فلاں کتاب پر کسی اور کے مُقدمے کی کیا ضرورت ہے میرا نام کافی ہے۔

مصطلحات

construction	تشکیل	code	رمز
difference	افتراق	deconstruction	ردتشکیل
differment	التوا	structure	ساخت
form	ھیئت	genre	صنف
aspect	جہت	post- structuralism	پس ساختیات
method	منہاج	structuralism	ساختیات
nature	ماہیت	structuration	ساختیہ
post- modernism	مابعدجدیدیت	taranscendental	ماورائی

حافظ جلال الدین القاسمی

"مسافر خواب لکھتا ہے" پر سلیم شہزاد کے مقدمے پر ایک نظر

کوخامشی کہ شانہ کش مُدعا شود   آشفتہ است طرہ وضعِ بیانِ ما   (بیدلؔ)

جب کوئی شعر اس نصیبے کو پاتا ہے،

اگر یہ مطلب ظاہر کرنا ہے کہ کوئی شعر اس قسمت کو پاتا ہے تو جملہ یوں ہونا چاہئے کہ "کوئی شعر اس نصیب کو پاتا ہے" اس صورت میں بھی اہل علم اس جملے پر بے ڈھنگے پن کا حکم لگائیں گے۔ کیوں کہ نصیب کسی چیز کو پاتا ہے۔

اس کے آگے قوسین میں	اس کے نیچے کیوں نہیں ہوسکتا
بیس برسوں کے عرصے میں	بیس برسوں میں کافی تھا
ناسک کا نام سنتے ہی ان کے کان کھڑے ہوجاتے ہیں	اکثر خوفناک خبر سننے پر کان کھڑے ہوتے ہیں
مدرسی کرتے ہوئے انہوں نے اعلیٰ تعلیم مکمل کیا	یہ اعلیٰ تعلیم کیا ہے جو انہوں نے مکمل کیا، وضاحت نہیں فرمائی گئی۔
ان کی خواہش تھی کہ اردو میں کسی موضوع پر ڈاکٹریٹ کرتے	جو چیز وہ نہیں کرسکے اس پر آپ کو یہ گانا گانے کی کیا ضرورت ہے۔
مگر معاملہ الا ماشاء اللہ رہا	جملہ مضحکہ خیز ہے۔ کیوں کہ اِلاّ عربی لفظ ہے۔ اس کا مطلب بھی مگر ہی ہوتا ہے۔ جملہ یہ ہونا چاہئے مگر معاملہ قدر اللہ وماشاء فعل رہا۔ اتنا ہی کہنا کافی تھا
تبدیلیاں آئیں	لائی گئیں کی ضرورت نہیں تھی۔
مروج فنی رجحانات	مروجہ فنی رجحانات ہونا چاہئے
ان کا کلام اشاعت پذیر ہوا	اس لفاظی کی قطعاً ضرورت نہیں تھی۔ ان کا کلام شائع ہوا کافی تھا۔
ان کو کافی دسترس حاصل ہے۔	دسترس کے ساتھ لفظ "کافی" استعمال کرنا اردو کی توہین ہے۔
ان کا حافظہ کمال کی چیز ہے۔	یوں کہنا چاہئے ان کا حافظہ غضب کا ہے
ان موضوعات کے بعض مسائل پر	یوں ہونا چاہئے ان موضوعات کے بعض پہلوؤں پر
تین آوارہ گرد اشعار اسی کتاب میں اقامت رکھتے ہیں	اقامت رکھتے ہیں کی بجائے اقامت پذیر لکھنا چاہئے تھا۔
یکسر مبرا لفظیات ہے۔	لفظیات ہیں ہونا چاہئے
لب ولہجہ زبان کی لسانی نحوی پیچیدگیوں	لب ولہجہ نحوی پیچیدگیوں سے کہنا کافی تھا۔ زبان کی لسانی تکّے کی ضرورت نہیں۔
اس زبان کے شعر میں	اس زبان (فارسی) کے اشعار میں ہونا چاہئے۔
شاعر کے زبان واسلوب	شاعر کی زبان ہونا چاہئے
اردو ذخیرہ الفاظ کو جس کفایت سے استعمال کیا	اردو الفاظ کو جس کفایت سے الخ کافی تھا۔
فارسی انداز فکر	یہ فارسی انداز فکر کیا ہوتا ہے۔

باطن نما آئینہ عطا کر	آپ نے شاعر سے پوچھا نہیں کہ قرآن کے بعد کون سا اور باطن نما آئینہ ہے جس کی اسے تلاش ہے۔
شاعر تو فضولیات کی پیروی کرتے ہیں	یہ سورہ شعراء کی آیت والشعراء یتبعھم الغاؤن کا ترجمہ نہیں ہے۔ آپ جب عربی زبان سے کورے ہیں تو ایسی حرکتیں کیوں کرتے ہیں۔
حافظہ کی ڈائری میں	حافظے میں محفوظ ہو جاتا ہے۔ کہنا تھا۔
عشق رسول کا اخلاص چھلکا پڑتا ہے۔	اخلاص غیر مرئی ہوتا ہے۔ اللہ کے علاوہ اس کا علم کسی کو نہیں ہوتا تو اس کے چھلکے پڑنے کو آپ نے کیسے دیکھا۔ آپ کو اخلاص کی حقیقت کا علم نہیں ہے
غالبیین	اس میں ہمزہ کیوں لایا گیا ہے۔
اس مجموعے کا انفراد ہے	اس مجموعے کی انفرادیت کہنے میں کیا آپ کو شرم آ رہی تھی۔
کثیر پہلو شخصیت	کثیر الجہات شخصیت کہنا چاہیئے۔
اٹھتے بیٹھتے اس کے نام کی مالا جپتے نہیں تھکتے	غالب کے نام کی مالا جپنا کہہ کر شاعر کو آپ نے کافر و مشرک بنا دیا۔
زیر نظر مجموعے کی انفرادی چیز بن گئی ہے	یوں کہنا چاہیئے کہ مجموعے کی انفرادیت بن گئی ہے۔
لپک کر شرارے بھی بن جاتی ہے	لپک کر شرارہ بن جاتی ہے
ثلاثی نگاروں	ثلاثیات نگاروں کہنا چاہیئے۔
ایک منفرد پہچان دیتی ہے	یہ ایک غیر ادبی ترکیب ہے۔
بازار شعر میں یک رنگ مال کی فراوانی ہے	شاید آپ کی آنکھ پر لگی ہوئی عینک ایک رنگ ہی ظاہر کر رہی ہے یہ آپ کے چشمے کا قصور ہے۔
شرر کیلئے شعلہ بننے میں معاونت کرے گا	شراروں کے شعلہ بننے میں معاونت کرے گا۔

لیجئے سلیم شہزاد صاحب۔

چند صفحات میں آپ نے اتنی غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے۔ لے دے کے آپ کے پاس صرف اردو زبان ہے۔ وہ بھی اتنی ناقص: یا اسفاہ

حافظ جلال الدین القاسمی

۔۔۔خواب لکھتا ہے

نہ شم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم (یعقوب چرخی)

خواب کی تین قسمیں ہیں:

ابو ہریرہؓ سے مروی کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خواب کی تین قسمیں ہیں ۔(۱) خواب شیطانی ۔(۲) خواب نفسانی ۔(۳) خواب رحمانی

بیداری کی حالت میں جو صورتیں انسان دیکھتا ہے وہی خواب میں متشکل ہو کر آجاتی ہیں ۔دوسرے شیطان کچھ صورتیں اس کے ذہن میں ڈالتا ہے جو باعث تحزین وتخویف ہوتی ہیں خواب کی تیسری قسم جو صحیح ہے ۔وہ اللہ کی طرف سے ایک الہام جیسا ہوتا ہے جو اپنے بندے کو کسی بات پر متنبہ کرنے یا خوشخبری دینے کیلئے اپنے خزائن غیب سے عطا کرتا ہے ۔قرطبی میں ہے الا عاقلا او محبًا او ناصحاً اپنا خواب ہر کسی سے بیان مت کرو ۔بیان کرو تو کسی عقلمند یا اپنے محب یا اپنے خیر خواہ سے بیان کرو ۔خواب لکھ دیا گیا تو گویا ہر شخص سے بیان کر دیا گیا جو شرعی نقطہ نظر سے جائز نہیں ۔

رہا اس بارے میں تصوف کا نقطہ نظر تو یعقوب چرخی صاحب تفسیر چرخی جو سلسلہ نقشبندیہ کے صف اول کے صوفی بزرگ ہیں ۔ان کے بارے میں تفسیر چرخی کے مقدمے میں لکھا ہے کہ" آپ کا معمول تھا کہ ساعت بہ ساعت عالم بے خودی میں چلے جاتے جب آپ ہوش میں آتے تو اکثر فارسی کا یہ بیت ان کی زبان پر جاری ہوتا۔

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم
نہ شم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

مذکورہ شعر کے معنی کی یافت مخاطب کے ذمے ہے۔